قرآنِ حکیم کااسلوبِ استفہام اور اردو دینی ادب میں اس کی تعبیرات۔ تجزیاتی مطالعہ

عفراندیم*
عاصم نعیم* *

Abstract:
Quranic Rhetorical Style of *Istifham* (Questions) & its Interpretations in Urdu Language:
Quran lies perfect, unequalled, rhythmical and phonetical distinctions in its literary style. The true information relating to a wide variety of subjects in unique literary form forms the backdrop to the doctrine of I'jaz al-Quran, the inimitability of the Qur'an, which lies at the heart of the Qur'an's claim to being of divine origin. The Quran achieved this unique literary form by fusing together various literary styles. It exhibits an unparalleled frequency of rhetorical features, surpassing any other Arabic text, classical or modern. Some of its characteristics are: Saja (semantically driven assonance and rhyme), Iltifat (grammatical shifts), interrelation between sound, structure and meaning, choice of words, unique linguistic genre, Nazm (word order), Tashabuh (analogy), Mujanasah (alliteration), Mughayarah (antiphrasis), Tazad (antithesis), Sajaa (assonance), Majaz (metaphor), Jumla Motariza (parenthesis), rhetorical, stress, and Istifham (questions). Istifham (questions) is one of the familiar literary styles of Quran. The multiple purposes and philosophy of the said style is regarded significant in rhetorical discussions. The most common usages of istifham (questions) in Quran are istifham-e-iqrari (questions asked to stress the veracity of something), istifham-e-inkari (questions asked to stress the in veracity of something) and istifham-e-tamsili (questions asked to obtain the attention of the listener). The objectives, merits and singularities of the usloob e istifham (questions style) is significant in linguistic discussions of the Quran. The aim of this paper is to study basic aspects about istifham (questions) that have been propounded by scholars of the sub-continent in their writings on Quran. The paper also presents the examples regarding the objectives and multiple purposes of the said style as the literary miracles of the Holy Quran.
Keywords: Quran, literary styles, *istifham*, rhetorical features.

تعارف

قرآنِ حکیم، فصاحت و بلاغت کے خصائص کے اعتبار سے ایک مثالی کتاب ہے۔ علمِ معانی، علمِ بیان اور علمِ بلاغت کے ماہرین نے اس کی لسانی و ادبی خصوصیات کو اپنی نگارشات کا موضوع بنایا ہے۔ فصاحت و بلاغت کی مثالی خوبیوں کی بنا پر اسے کلامِ مبین قرار دیا گیا ہے۔ اس میں جہاں، ایجاز و اطناب اور ربط و مساوات کے اسالیب نظر آتے ہیں، وہیں تقدیم و تاخیر اور حذف کے اسلوب بھی نمایاں ہیں۔ مجاز، کنایہ، تشبیہ و استعارہ کی منفرد مثالیں موجود ہیں تو مبالغے اور

* پی ایچ ڈی ریسرچ اسکالر، ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور
** ایسوسی ایٹ پروفیسر، ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور ۔

تاکید کے نمونے بھی موجود ہیں۔ مشاکلت و التفات اور مقابلہ کے اسالیب، قرآنی اعجاز پر دلالت کرنے میں شاہدِ عادل ہیں ۔ بایں وجہ قرآنِ حکیم اپنی ادبی و بلاغی صفات کی بنا پر ایک چیلنج ہے۔ مذکور اسالیب میں سے ایک اہم اسلوبِ استفہام ہے۔

استفہام عربی زبان کا لفظ ہے جو سوال کرنے، جاننے، فہم حاصل کرنے اور استفسار کرنے کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ادب میں استفہام کسی حقیقت سے مخاطب کو آگاہ کرنا، مخاطب کو غور و فکر کی دعوت دینا، اور اپنی بات کا اثبات کرنا وغیرہ معنوں میں بھی مستعمل ہے۔ قرآنِ حکیم میں استفہام کا اسلوب کثرت سے استعمال کیا گیا ہے۔ اسلوبِ مذکور کے مقاصد و حکمتوں اور قرآن میں اس کے منفرد استعمالات ایک اہم موضوع ہے۔ مختلف و متنوع مقاصد کے تحت، اس اسلوب کا بنیادی مقصود، قرآنی دعوت کا ابلاغِ مبین ہے۔

مخاطب کی توجہات حاصل کرنے، اسے غور و فکر پر آمادہ کرنے، اپنے موقف کو موکد کرنے، زجر و توبیخ اور مدعا میں تاکید و شدت پیدا کرنے کے لیے استفہام کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے۔ بایں وجہ قرآنی دعوت نے سامعین و مخاطبین کی توجہات کو اپنی جانب مبذول کیا، اور اس دعوت نے علمی و عملی میادین میں انقلاب کی راہ ہموار کی۔ زیرِ نظر موضوع میں اسلوب استفہام کی مختلف جہات و استعمالات کو تفصیلاً بیان کیا گیا ہے۔ دلائل کو قرآنی امثلہ سے مزین کیا گیا ہے۔ اردو ادب میں قرآنی ادبی و بلاغی موضوعات پر لکھی گئی عمومی و خصوصی کتب اور اہم کتبِ تفاسیر کی روشنی میں اپنے موقف کو مبرہن کیا گیا ہے۔

اردو دینی ادب میں علوم القرآن اور اعجاز القرآن پر لکھی گئی کتب میں موضوع زیر بحث سے متعلق جزوی طور پر مواد ملتا ہے۔ ڈاکٹر عبیداللہ فہد فلاحی کی کتاب " قرآن مبین کے ادبی اسالیب "، محمد رضی الاسلام ندوی کی کتاب " برصغیر میں مطالعہ قرآن "، پروفیسر رب نواز کی کتاب "قرآن اور صاحب قرآن کا اسلوب تعلیم "اس ضمن میں قابلِ ذکر ہیں۔ اردو تفسیری ادب میں مولانا امین احسن اصلاحی کی تفسیر " تدبر قرآن "، مولانا مودودی کی " تفہیم القرآن "اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی " تفسیر مظہری " موضوعِ زیرِ بحث سے متعلق مفید مواد لئے ہوئے ہیں۔ پی ایچ ڈی سطح پر، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد میں محمد ابراہیم عربی زبان میں تحریر کردہ مقالہ: اسالیب الاستفهام فی البحث البلاغی و اسرارمعانی القرآن میں قرآنی بلاغت کی بحث میں استفہام کی اسالیب کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ انگریزی زبان میں زیرِ بحث موضوع سے متعلق معراج احمد کا ایک آرٹیکل بعنوان LITERARY MIRACLE OF THE QURAN[1] میں استفہام کا تذکرہ سرسری طور پر کیا گیا ہے۔

زیرِ نظر مطالعہ، موضوعی و صفاتی تحقیق (Qualitative Research) سے متعلق ہے۔ دستاویزی و لائبریری تحقیق (Documentary & Library Research) کو بروئے کار لاتے ہوئے مواد جمع کیا گیا ہے۔ تجزیاتی انداز اپناتے ہوئے مثالوں سے دلائل کو مزین کیا گیا ہے۔

بحث ودلائل

قرآن مجید ، موضوعات کی جامعیت اور اسلوب کی نُدرت کے اعتبار سے ایک منفرد کتاب ہے۔ عقائد، عبادات، سیاست، معاشرت، معیشت، اخلاقیات، طبیعیات و مابعدالطبیعیات ، اور متنوع علوم و فنون کی مبادیات ، اس میں موجود ہیں۔ بایں وجہ مختلف علمی و سماجی اور ذہنی و نفسیاتی پس منظر رکھنے والے اہلِ علم و دانش، جب اس کا مطالعہ کرتے ہیں، تو اپنے ذوق و فہم اور اہلیت وصلاحیت کے مطابق اس کی تعبیر و تشریح کرتے ہوئے اس سے اصول و قواعد اخذ کرتے ہیں، اور عملی و علمی دنیا میں اس کا اطلاق کرتے ہیں۔ مختلف عوامل و اسباب کے پیش نظر، ان کی اخذ کردہ تعبیرات وتاویلات میں فرق کا پایا جانا، فطری نتیجہ ہے۔

قرآنِ حکیم کا بنیادی موضوع انسان ہے، جس کی موجودہ وآئندہ زندگی کو فلاح یاب بنانا اس کی دعوت کا بنیادی مقصد ہے۔ فلھٰذا مؤثر انداز میں اپنی دعوت لوگوں میں پہنچانے کے لیے متنوع اسالیب و انداز ختیار کیے گئے ہیں۔ ان اسالیب میں ایک اہم اسلوب، استفہام کا اسلوب ہے۔

استفہام۔ معنوی بحثیں

استفہام، باب استفعال سے ہے، جس کے معنیٰ ہیں کسی نا معلوم چیز کے بارے میں سوال کرنا، دریافت کرنا، سمجھنے کی خواہش کرنا، پوچھنا۔ [2]

انگریزی زبان میں استفہام کے متبادل کے طور پر Interrogative word, یا Interrogative sentence کی اصطلاحات، استعمال کی جاتی ہیں۔ Interrogative معیاری انگریزی زبان میں کلام یا جملے کی چار مشہور اقسام: Declarative، Imperative، Exclamative میں سے ایک ہے۔ انگریزی زبان میں سوالیہ و استفہامیہ دو قسموں میں محدود ہے۔ ایک قسم میں جواب ہاں یا ناں میں دیا جاتا ہے، جب کہ دوسری قسم میں جواب دینے میں اسباب و وجوہ بیان کرنے کی آزادی ہوتی ہے۔ [3]

استفہام لغوی و ادبی اعتبار سے متعدد معانی پر دلالت کرتا ہے۔ ۔سوالیہ انداز میں حقائق پیش کرنا، اتمامِ حجت، افہام ،تاکید ،اقرار،تنبیہ ،انکار ،زجر ،امر ، تحقیر، مؤثر انداز میں پیغام رسانی، ابلاغ کے مواقع ، مخاطب کا چونکنا اور متوجہ ہونا ،سننے کے لیے آمادگی ،مدعا کو مدلل طور پر ثابت کرنا۔ [4] سوال کرنے سے مخاطب چونک پڑتا ہے اور جواب کے لیے متوجہ ہو جاتا ہے اس طرح نہایت مؤثر انداز میں پیغام پہنچایا جاسکتا ہے نیز اس انداز کی بدولت ایسا ماحول پیدا ہو جاتا ہے، جس میں پیغام اور ابلاغ کی تاثیر کے مواقع بڑھ جاتے ہیں۔ [5]

قرآنِ حکیم میں استفہامیہ اسلوب کے مقاصد و ابلاغی تفردات

قرآنِ حکیم میں استفہام کا اسلوب کثرت سے استعمال کیا گیا ہے۔ مخاطب میں آمادگی پیدا کرنے ، غور و فکر کی دعوت دینے، مخاطب کو جواب سننے کے لیے آمادہ کرنے،اور مخاطب سے کسی حقیقت کا اقرار کرانے کے لیے یہ اسلوب استعمال کیا گیا ہے۔ استفہام، اثبات کے ذریعے بھی کیا گیا ہے اور منفی اندازِ استفہام بھی نظر آتا ہے۔ علاوہ ازیں تاکید، ترغیب، توبیخ، تحقیر ، عبرت اندوزی ، شان و شوکت کے اظہار اور التفات و نوازش کے لیے بھی اسے استعمال کیا گیا ہے۔ یہ اقرار و امر کے معنی میں بھی آیا ہے اور اظہارِ تعجب کے لیے بھی۔ حسرت کے انداز میں بھی اور باندازِ استعجال و استہزاء بھی۔ مسلسل استفہام بھی قرآن میں استعمال کیا گیا ہے۔ مذکور بالا مقاصد و حکمتوں اور اس کے منفرد استعمالات پر ذیل میں بحث کی گئی ہے۔

استفہام۔ مخاطب کی توجہ و آمادگی کا حصول

قرآن نے مخاطب میں آمادگی پیدا کرنے کے لیے بعض اوقات اپنی گفتگو کا آغاز سوال سے کیا ہے اور پھر جواب کی صورت میں مدعا بیان کیا ہے۔اس طرح سامعین کو متوجہ کرنے کے لیے بہترین موقع پیدا کیا ہے۔ سورۃ المعارج میں آخرت اور احوالِ آخرت کا تفصیل کے ساتھ تذکرہ کیا گیا ہے۔اتنے اہم مضامین کے لیے آمادگی اور توجہ کی اشد ضرورت تھی جس کی بنا پر قرآن نے سوال سے آغاز کیا ہے اور انداز یہ اختیار کیا ہے کہ لوگ سوال سے زیادہ جواب کی طرف متوجہ ہوں۔ سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ [6] (ایک مانگنے والے نے وہ عذاب مانگا ہے) اس کا جواب طویل دیا گیا جس کے سننے کے لیے مخاطبین میں دلچسپی پیدا ہونا فطری امر ہے۔ قرآنِ حکیم نے سوال کر کے مخاطب کو جواب سننے کے لیے آمادہ کیا۔ یوں گویا قرآن نے اپنی دعوت اور تعلیم کے لیے ایک نفسیاتی تکنیک استعمال کی۔[7]

حقیقت کا اقرار

استفہام کا ایک بلیغ موقع استعمال وہ بھی ہے جب مخاطب سے کسی ایسی بات کا اقرار کرانا ہو جس کی نوعیت ہو تو ایک بدیہی حقیقت کی لیکن مخاطب اسکو تسلیم کرنے کے باوجود عملاً اس سے منحرف ہو۔ جیسے آیتِ ذیل: ﴿ هَلْ أَتَىٰ عَلَى الْإِنسَانِ حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَذْكُورًا﴾ [8] (انسان پر کبھی ایسا وقت آیا ہے کہ نہیں جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں تھا) کی تفسیر میں مولانا امین اصلاحی کا نقطہ نظر ہے کہ یہ محض ایک سادہ جملہ نہیں بلکہ اس استفہامیہ اسلوب میں بہت سی بلاغتیں مضمر ہیں مثلاً:

۱۔ ایک عظیم حق کی یاددہانی جو انسان پر عائد ہوتا ہے اور جس انکار کی گنجائش ممکن نہیں لیکن اس کا رویہ اس کے منافی ہے

۔

۲۔ اس میں ملامت، غصہ، رنج اور اظہار حسرت کے بھی گوناگوں پہلو ہیں۔

۳۔ مبنی بر حقیقت گلہ شکوہ بھی ہے اور مؤثر اپیل بھی۔

۴۔ استفہامیہ اسلوب نے اس حس فکر کو بیدار کرنا چاہا کہ انسان کی نظروں سے خدا اوجھل ہے لیکن اس کا اپنا وجود تو اوجھل نہیں ہے۔ وہ اپنے اندر خدا کی قدرت وحکمت اور اس کے عدل وحکمت کی نشانیاں دیکھ سکتا ہے۔[9]

قُلْ لِمَنْ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ قُلْ لِلَّهِ ۔[10] (ان سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کی ملکیت ہے (پھر اگر وہ جواب نہ دیں تو خود ہی) کہہ دو کہ اللہ ہی کی ملکیت ہے)

مولانا امین احسن اصلاحی کی تحقیق کے مطابق قرآن مجید میں جہاں جہاں سوال کر کے مخاطب کے جواب کا انتظار کیے بغیر خود اس کا جواب دیا ہے غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مواقع میں اصل جواب سے مخاطب کے لیے انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ جواب میں سبقت سے اس امر کا بھی اظہار ہو جاتا ہے کہ اصل حقیقت کا اظہار کر دیا جائے، قطع نظر اس سے کہ مخاطب اس کے جواب میں کیا ہٹ دھرمی اختیار کرتا ہے۔[11]

اسی مصنف[12] کے نزدیک قرآنِ حکیم کی بعض آیات میں مذکور سوالیہ جملوں میں مقصود استفہام اور سوال و جواب نہیں بلکہ افہام، اتمام حجت اور زجر و تنبیہ ہوتا ہے۔ متکلم پورے زور بیان کے ساتھ سوالیہ انداز میں حقائق کو پیش کرتا جاتا ہے اور مخاطب کی طرف سے کسی جواب کا انتظار کیے بغیر آگے بڑھ جاتا ہے گویا اس کی تردید کے لیے کوئی گنجائش سرے سے ہے ہی نہیں۔ جیسے درج ذیل آیت:

﴿أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَهَا أَإِلَهٌ مَعَ اللَّهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ﴾[13]

(بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اتارا؟، پھر ہم نے اس پانی سے بارونق باغ اگائے تمہارے بس میں نہیں تھا کہ تم ان کے درختوں کو اگا سکتے پھر بھی تم کہتے ہو کہ اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے؟ نہیں بلکہ ان لوگوں نے راستے سے منہ موڑ رکھا ہے)

﴿هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ﴾[14]

(کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہو؟)

مذکور آیت کے الفاظ کے ضمن میں عبیداللہ فہد فراہی کی تحقیق یہ ہے کہ یہاں خبر "یرزقکم" ہے جو فعل مضارع ہے اور یہ تجدید کا فائدہ دے رہا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ خالق اللہ ہی ہے وہی زمین وآسمان سے نت نئے حالات میں بھی رزق دیتا ہے اور مسلسل رزق رسانی کا کام وہی انجام دے رہا ہے، تو خلقت کی صفت کسی دوسری ہستی کی طرف کیسے

منسوب ہو سکتی ہے۔ اگر یہاں "رازق لکم " کے الفاظ ہوتے تو مفہوم بدل جاتا اس لیے کہ اسم توصفت کے ثبوت کا فائدہ دیتا ہے۔ [15]

مثبت و منفی انداز میں استفہام اور دعوتِ غور و فکر

استفہام اثبات کے ذریعے بھی ہوتا ہے اور نفی کے ذریعے بھی سیاق و سباق سے اس کی تعیین ہوتی ہے مثلا مثبت استفہام کے لیے قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت دیکھیں :

﴿أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَلَّنْ نَجْمَعَ عِظَامَهُ ﴾ [16]

(کیا انسان یہ سمجھ رہا ہو کہ ہم اسکی ہڈیوں کو جمع نہیں کر سکیں گے)

قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات منفی انداز استفہام کی مثال پیش کرتی ہیں :

﴿أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ﴾ [17]

(بھلا جس نے پیدا کیا وہی نہ جانے ؟ جبکہ وہ بہت باریک بین، مکمل طور پر باخبر ہے)

ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی کے بقول قرآن پاک میں استفہام انکاری کا استعمال مخاطب کو اپنے اعتقادات کو شک کی نظر سے دیکھنے اور غور و فکر کا موقع فراہم کرتا ہے۔ [18] جیسے:

﴿أَمَّنْ خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَنْبَتْنَا بِهِ حَدَائِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ مَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُنْبِتُوا شَجَرَهَا أَإِلَهٌ مَعَ اللَّهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَعْدِلُونَ (60) أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَجَعَلَ خِلَالَهَا أَنْهَارًا وَجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا أَإِلَهٌ مَعَ اللَّهِ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ (61) أَمَّنْ يُجِيبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاءَ الْأَرْضِ أَإِلَهٌ مَعَ اللَّهِ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ (62) أَمَّنْ يَهْدِيكُمْ فِي ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ يُرْسِلُ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ أَإِلَهٌ مَعَ اللَّهِ تَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ (63) أَمَّنْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَمَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَإِلَهٌ مَعَ اللَّهِ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ (64) ﴾ [19]

(بھلا وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور تمہارے لیے آسمان سے پانی اتارا؟ پھر ہم نے اس پانی سے بارونق باغات اگائے، تمہارے بس میں نہیں تھا کہ تم ان کے درختوں کو اگا سکتے۔ کیا پھر بھی تم کہتے ہو کہ اللہ ساتھ کوئی اور خدا ہے ؟ نہیں بلکہ ان لوگوں نے راستے سے منہ موڑ رکھا ہے، بھلا وہ کون ہے جس نے زمین کو قرار کی جگہ بنایا؟ اور اس کے بیچ بیچ میں دریا پیدا کیے اور اس (کو ٹھرانے) کے لیے پہاڑوں کی میخیں گاڑ دیں، اور دو سمندروں کے درمیان ایک آڑ رکھ دی؟ کیا پھر بھی تم کہتے ہو کہ اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے ؟ نہیں بلکہ ان میں سے اکثر لوگ حقیقت سے ناواقف ہیں۔ بھلا وہ کون ہے جب کوئی بے قرار اسے پکارتا ہے تو وہ اس کی دعا قبول کرتا ہے اور تکلیف دور کر دیتا ہے اور جو

تمہیں زمین کا خلیفہ بناتا ہے ؟کیا پھر بھی تم کہتے ہو کہ اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے ؟نہیں بلکہ تم بہت کم نصیحت قبول کرتے ہو۔ بھلا وہ کون ہے جو خشکی اور سمندر کے اندھیروں میں تمہیں راستہ دکھاتا ہے ؟اور جو اپنی رحمت کی بارش سے پہلے ہوائیں بھیجتا ہے، جو تمہیں بارش کی خوشخبری دیتی ہیں ؟کیا پھر بھی تم کہتے ہو کہ اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے ؟نہیں بلکہ اللہ اس شرک سے بہت بالا و برتر ہے جس کا ارتکاب یہ لوگ کر رہے ہیں، بھلا وہ کون ہے جس نے ساری مخلوق کو پہلی بار پیدا کیا ؟پھر وہ اس کو دوبارہ پیدا کرے گا اور جو تمہیں آسمان اور زمین سے رزق فراہم کرتا ہے، کیا پھر بھی تم کہتے ہو کہ اللہ کے ساتھ کوئی اور خدا ہے ؟لاؤ اپنی دلیل اگر تم سچے ہو)

﴿فَهَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا سُنَّتَ الْأَوَّلِينَ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَبْدِيلًا وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللَّهِ تَحْوِيلًا﴾[20] (اب یہ لوگ اس دستور کے سوا کس بات کے منتظر ہیں جس پر پچھلے لوگوں کے ساتھ عمل ہوتا آیا ہے (اگر یہ بات ہے) تو تم اللہ کے طے شدہ دستور میں کبھی کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے) یہاں "ھل" نفی کے معنوں میں ہے۔

﴿أَيُحِبُّ أَحَدُكُمْ أَنْ يَأْكُلَ لَحْمَ أَخِيهِ مَيْتًا﴾ [21] (کیا تم میں سے کوئی یہ پسند کرے گا کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے ؟) یہ استفہام انکاری ہے جو نفی کو پختہ کر رہا ہے۔[22]

حسب ذیل آیت میں سوالیہ اسلوب، غور و فکر کی دعوت لیے ہے:

﴿أَفَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَلَا يَضُرُّكُمْ (66) أُفٍّ لَكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ أَفَلَا تَعْقِلُونَ﴾ [23]

(بھلا بتاؤ کہ کیا تم اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کر رہے ہو جو تمہیں نہ کچھ فائدہ پہنچاتی ہیں نہ نقصان) ؟تف ہے تم پر بھی اور ان پر بھی جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو بھلا کیا تمہیں اتنی سمجھ نہیں ؟)

یہاں استفہامیہ اسلوب خود اس امر کی دلیل ہے کہ آگے جو بات کہی جا رہی ہے وہ اہمیت رکھنے والی ہے اس کو ہر شخص سنے اور گوش دل سے سنے۔

استفہام بمقصدِ تاکید

ڈاکٹر عبید اللہ فہد فلاحی کی نظر میں بعض اوقات استفہام سے سوال کرنا مقصود نہیں ہوتا بلکہ تاکید کے لیے بھی یہ اسلوب استعمال ہوتا ہے۔ قرآن پاک میں استفہام کا یہ اسلوب تاکید و تعظیم کے معنی میں بہت استعمال ہوا ہے۔[24] سورۃ القیامہ کی مندرجہ ذیل آیت میں استفہام کا زور دیکھیے:

﴿أَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِنْ مَنِيٍّ يُمْنَى (37) ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوَّى (38) فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَى (39) أَلَيْسَ ذَلِكَ بِقَادِرٍ عَلَى أَنْ يُحْيِيَ الْمَوْتَى﴾ [25]

(کیا وہ اس منی کا ایک قطرہ نہیں تھا جو ماں کے رحم میں ٹپکایا جاتا ہے؟ پھر وہ ایک لوتھڑا بنا، پھر اللہ نے اسے بنایا، اور اسے ٹھیک ٹھاک کیا، نیز اسی سے مرد اور عورت کی دو صنفیں بنائیں، کیا وہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ مردوں کو پھر سے زندہ کر دے)

﴿هَلْ أَتَى عَلَى الْإِنْسَانِ حِينٌ مِنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَذْكُورًا﴾۔[26] (انسان پر کبھی ایسا وقت آیا ہے کہ نہیں جب وہ کوئی قابل ذکر چیز نہیں تھا) اس سورۃ کی ابتداء استفہام، تاکید، تقریر اور انسانی قلب کو ایک نرم لمس کے ساتھ ہوئی ہے۔[27]

استفہام بمقصد ترغیب و عبرت اندوزی

﴿وَلَقَدْ تَرَكْنَاهَا آيَةً فَهَلْ مِنْ مُدَّكِرٍ﴾۔[28] (ہم نے اس واقعہ کو عبرت کے لیے رہنے دیا کیا کوئی نصیحت حاصل کرنے والا ہے)۔ یہ استفہام ترغیبی ہے۔ یعنی استفہام سے عبرت اندوزی پر آمادہ کرنا اور نصیحت پذیری کی ترغیب دینا مقصود ہے۔[29]

استفہام بمعنی اقرار

بعض اوقات استفہام اقرار کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ مقصد غور و تدبر کے بعد مخاطب کو اقرار و اعتراف پر آمادہ کرنا ہے۔ قرآنی ادب میں اس اسلوب کو بڑے عمدہ طریقے سے استعمال کیا گیا ہے۔ جیسے:

﴿ أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا﴾۔[30] (تو کیا تم کتاب (تورات) کے کچھ حصے پر تو ایمان رکھتے ہو اور کچھ کا انکار کرتے ہو؟ اب بتاؤ کہ تم میں سے جو شخص ایسا کرے اس کی سزا اس کے سوا کیا ہے کہ دنیوی زندگی میں اس کی رسوائی ہو؟) اس آیت میں اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل سے انکا یہ جرم باور کرانا چاہتا ہے کہ تمھاری ازل سے یہ کوشش رہی ہے کہ تم کتاب کے اس حصے پر ایمان لاتے ہو جو تمھاری خواہشات کے مطابق ہو اور جو تمھاری ہوائے نفس کی تکمیل میں رکاوٹ بنے اس کا انکار کر دیتے ہو کیا تمھارا یہ رویہ نہیں رہا ہے۔

﴿أَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِي تَضْلِيلٍ (2) وَأَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا أَبَابِيلَ ﴾۔[31] (کیا اس نے ان لوگوں کی ساری چالیں بیکار نہیں کر دی تھیں؟ اور ان پر غول کے غول پرندے چھوڑ دیے تھے) یہاں سوال کرنا مقصود نہیں بلکہ مخاطب کو یہ باور کرانا مقصود ہے کہ ایسا ہے چکا ہے۔

﴿قَالَ أَتَعْبُدُونَ مَا تَنْحِتُونَ (95) وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ ﴾۔[32]

(ابراہیم نے کہا کیا تم ان بتوں کو پوجتے ہو جنہیں خود تراشتے ہو، حالانکہ اللہ نے تمہیں بھی پیدا کیا ہے اور جو کچھ تم بناتے ہو اس کو بھی)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی فکر کے مطابق یہاں سوال کرنا مقصود نہ تھا کیونکہ حضرت ابراہیمؑ کو ان بتوں کی حقیقت معلوم تھی مقصد اس امر کا اعتراف کرانا تھا کہ یہ تمھاری عقل باختگی اور شامت زدگی ہے کہ اپنے ہی ہاتھوں کی گھڑی ہوئی لکڑی اور پتھر کی مورتیوں کی پوجا کرتے ہو۔

نمرودی قوم حضرت ابراہیم سے اس طرح سوال کرتی ہے۔﴿أَأَنْتَ فَعَلْتَ هَذَا بِآلِهَتِنَا يَا إِبْرَاهِيمُ﴾۔[33] (وہ بولے ابراہیم، کیا ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ حرکت تم نے ہی کی ہے؟) یہاں قوم یہ اعتراف کروانا نہیں چاہتی تھی یہ بتوں کے توڑنے کا فعل سرزد ہو چکا ہے بلکہ یہ اقرار کروانا چاہتی تھی کہ ابراہیم نے انھیں توڑا ہے۔

﴿أَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ مِهَادًا﴾۔[34] (کیا ہم نے زمین کو ایک بچھونا نہیں بنایا)

قاضی صاحب کی رائے میں یہ استفہام تقریری نہیں بلکہ استفہام کی غرض یہ ہے کہ مخاطب کو اقرار و عبادت پر آمادہ کیا جائے۔[35]

استفہام بمعنیٰ تعجب

استفہامیہ اسلوب تعجب کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے آیتِ کریمہ:

﴿يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيمِ﴾۔[36] (اے انسان تجھے کس چیز نے اپنے اس پروردگار کے معاملے میں دھوکا لگا دیا ہے جو بڑا کرم والا ہے) میں استفہامیہ اسلوب اظہار تعجب کے لیے ہے کہ اگر خدا تمھیں برابر ڈھیل دے رہا ہے تو تم نے اس ذات کریمی سے بہت سخت دھوکا کھایا۔

﴿أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَلَّنْ نَجْمَعَ عِظَامَهُ﴾۔[37] (کیا انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو اکٹھا نہیں کر سکیں گے؟)

﴿أَيَحْسَبُ الْإِنْسَانُ أَنْ يُتْرَكَ سُدًى﴾۔[38] (کیا انسان یہ سمجھتا ہے کہ اسے یونہی چھوڑ دیا جائے گا؟)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ حیرت و استعجاب کے ساتھ کہہ رہا ہے کہ انسان آفاق و انفس کی تمام نشانیوں اور اپنی خلقت و ممات کو دیکھتے ہوئے بعث بعد الموت کے بارے میں شک میں پڑا ہوا ہے کیا اسے یہ پوری کائنات نظر نہیں آتی۔ کیا اسے غیر مسؤل چھوڑ دیا جائے گا

﴿مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ﴾۔[39] (تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کیسی باتیں طے کر لیتے ہو) یہ متکبرین سے باندازِ تعجب سوال ہے کہ تمھیں کیا ہو گیا ہے کس طرح کے فیصلے کرنے لگے ہو کہ آخرت اور جزا سزا کو نہیں مانتے۔

﴿لِأَيِّ يَوْمٍ أُجِّلَتْ (12) لِيَوْمِ الْفَصْلِ ﴾۔[40] (اس معاملے کو کس دن کے لیے ملتوی کیا گیا ہے؟ (تو جواب یہ ہے کہ) فیصلے کے دن کے لیے) یہ استفہام نا معلوم چیز کو معلوم کرنے کے لیے نہیں بلکہ مجازا تعجب اور روز قیامت کی ہولناکی کو ظاہر کرنے کے لیے ہے

﴿مَا أَدْرَاكَ مَا يَوْمُ الْفَصْلِ۔[41] (اور تمہیں کیا معلوم کہ فیصلے کا دن کیا چیز ہے) یہ تعجب بالائے تعجب یوم الفصل کی عظمت کو ظاہر کرنے کے لیے ہے۔

استفہام بمعنی امر

بسا اوقات استفہام امر کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ ذیل کی آیت :

﴿إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾ ([42])(شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض کے بیج ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے، اب بتاؤ کہ کیا تم ان چیزوں سے باز آ جاؤ گے) میں 'هل أنتم منتهون 'دراصل" انتهوا عنها 'کے معنی میں مستعمل ہے۔

﴿فَإِلَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنْزِلَ بِعِلْمِ اللَّهِ وَأَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ فَهَلْ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ﴾۔[43] (اس کے بعد اگر یہ تمہاری بات قبول نہ کریں تو (اے لوگو) یقین کر لو کہ یہ وحی صرف اللہ کے حکم سے اتری ہے اور یہ کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، تو کیا اب تم فرمابردار بنو گے)

جناب فلاحی کی رائے میں آیتِ مذکور میں ' فهل انتم مسلمون 'استفہام کے معنی میں نہیں بلکہ امر کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے یعنی' اسلموا لهذاالكتاب و آمنوا به' ۔[44]

﴿قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَهْلَكَنِيَ اللَّهُ وَمَنْ مَعِيَ أَوْ رَحِمَنَا﴾ ۔[45] (اے پیغمبر ان سے کہو کہ ذرا یہ بتلاؤ کہ چاہے اللہ مجھے اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر رحم فرمادے)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی کے مطابق "ارءیتم" میں ابتدائی ہمزہ استفہام تقریری کے لیے ہے۔ رویئت سے مراد ہے جاننا۔أرايتم کا صیغہ اگرچہ ماضی ہے لیکن اس کا معنی ہے مجھے بتاؤ یعنی امر کے معنی میں ہے۔[46]

اس اسلوب میں امر کے ساتھ زجر، موعظت، تاکید وتنبیہ اور اتمام حجت کا مضمون بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ جیسے سورہ مائدہ کی حسب ذیل آیت :

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ (90) إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾ ۔[47]

(اے ایمان والو، شراب جوا، بتوں کے تھان اور جوئے کے تیر سب ناپاک شیطانی کام ہیں لہٰذا ان سے بچو تاکہ تمہیں فلاح حاصل ہو، شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض کے بیج ڈال دے اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روک دے، اب بتاؤ کہ کیا تم ان چیزوں سے باز آجاؤ گے؟)

کے اسلوبِ کلام میں غور کرنے کے بعد مولانا اصلاحی نے رائے دی ہے کہ یہ اسلوبِ کلام اعلان کر رہا ہے کہ شراب اور جوئے کے مفاسد کی تفصیل اتنے مختلف مواقع پر اور اتنے مختلف پہلوؤں سے تمھارے سامنے آچکے ہیں کہ اب اس معاملے میں کسی اشتباہ کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ تو بتاؤ اب بھی اس سے بعض آتے ہو یا نہیں؟ ظاہر ہے امر کے اس سادہ اسلوب میں یہ سارا مضمون نہیں سما سکتا تھا۔[48]

مولانا امین احسن اصلاحی کی رائے میں جب امر کے اندر ترغیب و تشویق اور تحریض کا مضمون پیدا کرنا ہو تو وہ انشائیہ اسلوب کے قالب میں آنے کے بجائے خبریہ اسلوب کے قالب میں آتا ہے اور اس پر حرف استفہام کا ورود اس میں مزید زور پیدا کر دیتا ہے۔ اس اسلوب میں امر کی جگہ استفہام کو استعمال کرنے میں یہی حکمت اور بلاغت کارفرما ہے۔[49]

استفہام بغایتِ تحقیر و توبیخ

مولانا اصلاحی نے آیتِ کریمہ: ﴿وَأَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَشْأَمَةِ﴾ ۔[50] (اور جو بائیں ہاتھ والے ہیں کیا بتائیں وہ بائیں ہاتھ والے کیا ہیں) کی وضاحت میں نشان دہی کی ہے کہ استفہام کا مذکور اسلوب اظہار نفرت و کراہت کے مفہوم میں ہے۔ یعنی انکی ذلت و مصیبت، بدبختی و بدانجامی کا حال کچھ نہ پوچھو۔ اس کی تصویر الفاظ میں نہیں کھینچی جاسکتی اس کا اندازہ انہی کو ہوگا جن کو ان سے سابقہ پیش آئے گا۔ جب کہ ذیل کی آیت میں استفہام کے اسلوب میں طنز و تضحیک کا مفہوم پوری طرح نمایاں ہے۔[51]

﴿قَالُوا يَا شُعَيْبُ أَصَلَاتُكَ تَأْمُرُكَ أَنْ نَتْرُكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ نَفْعَلَ فِي أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَلِيمُ الرَّشِيدُ﴾۔[52]

(وہ کہنے لگے، اے شعیب کیا تمہاری نماز تمہیں یہ حکم دیتی ہے کہ ہمارے باپ دادا جن کی عبادت کرتے آئے تھے ہم انہیں بھی چھوڑ دیں اور اپنے مال و دولت کے بارے میں جو کچھ ہم چاہیں وہ بھی نہ کریں؟ واقعی تم تو بڑے عقل مند، نیک چلن آدمی ہو)

﴿أَلَا تَأْكُلُونَ (91) مَا لَكُمْ لَا تَنْطِقُونَ﴾۔[53] (کیا تم کھاتے نہیں ہو؟ تمہیں کیا ہو گیا کہ تم بولتے نہیں؟) یہاں حضرت ابراہیمؑ بتوں پر طنزیہ فقرے چست کر رہے ہیں۔

﴿أَتَدْعُونَ بَعْلًا وَتَذَرُونَ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ﴾ ۔[54] (کیا تم بعل نامی بت کو پوجتے ہو اور اس کو چھوڑ دیتے ہو جو سب سے بہتر تخلیق کرنے والا ہے؟) یہاں حضرت الیاس نے اپنی قوم پر پھبتی کسی ہے کہ تم لوگ کس قدر نامعقول ہو کہ بہترین خالق، اللہ کو چھوڑ کر بے جان پتھر بعل کی پرستش کرتے ہو۔

بسا اوقات استفہام کے اسلوب میں لعنت وملامت اور زجر و توبیخ کا فائدہ بھی حاصل کیا جاتا ہے۔ جیسے ذیل کی دو آیات کے ضمن میں مولانا اصلاحی اور جناب فلاحی نے اس اسلوب میں عوام کی غفلت و نا اندیشی پر سرزنش اور توبیخ و الارم کے مفاہیم اخذ کیے ہیں۔[55] ﴿أَتَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ﴾۔[56] (کیا تم اللہ کے ذمے وہ باتیں لگاتے ہو جس کا تمہیں کوئی علم نہیں؟)

﴿الْقَارِعَةُ (1) مَا الْقَارِعَةُ (2) وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ﴾۔[57] (یاد کرو وہ واقعہ جو دل دہلا کر رکھ دے گا، کیا ہے وہ دل دہلانے والا واقعہ؟ اور تمہیں کیا معلوم وہ دل دہلانے والا واقعہ کیا ہے)

استفہام، التفات و نوازش کے لیے

مولانا اصلاحی کے خیال میں آیت: ﴿وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَى﴾ ۔[58] (اور موسیٰ یہ تمہارے دائیں ہاتھ میں کیا ہے؟) میں سوال کا یہ انداز ظاہر ہے کہ تحقیق کے لیے نہیں بلکہ اظہار التفات و نوازش ہی کے لیے ہو سکتا ہے۔ اس لیے کہ لفظ یمین دائیں، بائیں کے مفہوم سے مجرد ہو کر صرف "ہاتھ" کے معنی میں بھی آتا ہے۔ جس طرح باپ بچے سے پوچھتا ہے کہ بیٹے یہ تمھارے ہاتھ میں کیا ہے؟ حالانکہ وہ اس چیز سے بیٹے سے زیادہ واقف ہوتا ہے۔ اسی طرح ربّ کریم نے حضرت موسیٰ سے سوال کیا کہ موسیٰ۔۔یہ تمھارے ہاتھ میں کیا ہے؟ اور سوال اس چیز سے متعلق کیا گیا جو آگے ان تمام خوارق کا ذریعہ بننے والی تھی جو حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں ظاہر ہوئے۔ [59]

مسلسل استفہام کا اسلوب

﴿أَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِينَ كَالْمُجْرِمِينَ (35) مَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ (36) أَمْ لَكُمْ كِتَابٌ فِيهِ تَدْرُسُونَ (37) إِنَّ لَكُمْ فِيهِ لَمَا تَخَيَّرُونَ (38) أَمْ لَكُمْ أَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ إِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُونَ (39) سَلْهُمْ أَيُّهُمْ بِذَلِكَ زَعِيمٌ (40) أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ فَلْيَأْتُوا بِشُرَكَائِهِمْ إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ﴾ ۔[60]

(بھلا کیا ہم فرمابرداروں کو مجرموں کے برابر کر دیں گے؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم کیسی باتیں طے کر لیتے ہو کیا تمہارے پاس کوئی کتاب ہے جس میں تم یہ پڑھتے ہو کہ تمہیں وہاں وہی کچھ ملے گا جو تم پسند کرو گے؟ یا تم نے ہم سے قیامت کے دن تک باقی رہنے والی قسمیں لے رکھی ہیں کہ تمہیں وہی کچھ ملے گا جو تم طے کرو گے؟ اے پیغمبر ان

سے پوچھو کہ ان میں سے کون ہے جس نے اس بات کی ضمانت لے رکھی ہو؟کیا خدائی میں ان کے مانے کچھ شریک ہیں (جو یہ ضمانت لیتے ہوں؟) تو پھر لے آئیں اپنے ان شریکوں کو اگر وہ سچے ہیں)

یہ سوال یکے بعد دیگرے کیے گئے ہیں گویا ایک سوال ہوا اس کا جواب ندارد پھر دوسرا بھی اسی طرح و علی ھذا القیاس تیسرا۔۔۔۔ان سوالات کے ضمن میں عذاب آخرت اور دنیوی جنگ کی دھمکی آئی ہے اس لیے یہ فقط جدل یا تحدی نہیں بلکہ معاملہ اس سے آگے بڑھ گیا ہے۔

استفہام، باندازِ حسرت

﴿أَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا الْقَوْلَ أَمْ جَاءَهُمْ مَا لَمْ يَأْتِ آبَاءَهُمُ الْأَوَّلِينَ﴾ ([61])(بھلا کیا ان لوگوں نے اس کلام پر غور نہیں کیا یا ان کے پاس کوئی ایسی چیز آگئی ہے جو ان کے پچھلے باپ دادوں کے پاس نہیں آئی تھی) یہاں کلام چونکہ حسرت کے انداز میں ہے اس وجہ سے بات مجمل چھوڑ دی گئی دوسرے مقام میں یہ تصریح ہے کہ ان کے دلوں پر تالے چڑھے ہوئے ہیں اس وجہ سے قرآن کی باتیں ان کے دلوں میں نہیں اترتیں۔

﴿الْقَارِعَةُ (1) مَا الْقَارِعَةُ (2) وَمَا أَدْرَاكَ مَا الْقَارِعَةُ﴾۔[62] (یاد کرو وہ واقعہ جو دل دہلا کر رکھ دے گا ،کیا ہے وہ دل دہلانے والا واقعہ؟اور تمہیں کیا معلوم وہ دل دہلانے والا واقعہ کیا ہے)

مولانا اصلاحی کے مطابق یہ اسلوب بیان الارم کی نوعیت کا ہے۔ما القارعہ نے الارم کی سنگینی میں اضافہ کر دیا تا کہ جو لوگ بے پرواہ ہیں وہ چوکنے ہو جائیں اور اسکی تیاری کی فکر کریں اس اسلوب میں استفہام کے ساتھ مخاطب کی غفلت اور ناعاقبت بینی پر افسوس اور حسرت کا اظہار بھی ہے کہ تم کیا جانو وہ اچانک ٹوٹ پڑنے والی آفت کیا ہے؟اور ان لوگوں پر کیا گزرے گی جو بار بار کی تنبیہ و تذکیر کے باوجود اس کا مذاق اڑائے جا رہے ہیں۔ [63]

استفہام، باندازِ استعجال و استہزاء

بقول مولانا اصلاحی، آیتِ کریمہ :سَأَلَ سَائِلٌ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ ۔[64](ایک مانگنے والے نے وہ عذاب مانگا ہے جو کافروں پر آنے والا ہے) میں مذکور استفہام "استعجال یا استہزا" کے مفہوم پر مشتمل ہے یعنی ایک سوال کرنے والے نے واقع ہونے والے عذاب کی جلدی مچائی یا اس کا مذاق اڑایا۔ قریش کے متمردین کو جب عذاب سے ڈرایا جاتا تو وہ پوچھتے کہ عذاب کہیں ہے؟ آکیوں نہیں جاتا، ہم کب سے ڈراوے سن رہے ہیں وہ چلا تو راہ میں کہاں لنگر انداز ہو گیا کہ وہ ابتک نہیں پہنچا؟ اس طرح کے سوالات صرف پیغمبر ﷺ کو زچ کرنے اور عذاب کا مذاق اڑانے کے لیے کیے جاتے۔ ان سوالوں میں جلد بازی کا مقصد مذاق اڑانا ہوتا تھا۔[65]

استفہام اور اظہارِ شان و شوکت

﴿فَأَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ مَا أَصْحَابُ الْمَيْمَنَةِ﴾۔[66] (چنانچہ جو دائیں ہاتھ والے ہیں کیا کہنا ان دائیں ہاتھ والوں کا)

جناب اصلاحی کے بقول قرآن کی تصریح کے مطابق "اصحاب المیمنۃ" سے مراد وہ لوگ ہیں جنکے اعمال نامے ان کے دائیں ہاتھ میں پکڑائے جائیں گے۔ استفہام کا یہ انداز شان و شوکت اور عظمت کے اظہار کے لیے بھی آتا ہے۔ یعنی داہنے ہاتھ والوں کی شان و عظمت، انکے عیش جاوداں، انکی خوشحالی اور عالی مقامی کا کیا پوچھنا۔ اس کی تفصیل بھلا کس طرح بتائی جاسکتی ہے اور اسکا صحیح اندازہ کون کر سکتا ہے۔ یہ اسلوب کلام اس صورت میں اختیار کیا جاتا ہے جب صورت واقعہ الفاظ کے احاطہ اور قیاس و گمان کی رسائی سے مافوق ہو۔[67]

نتائجِ بحث

قرآنِ حکیم، فصاحت و بلاغت کے خصائص کے اعتبار سے ایک مثالی کتاب ہے۔ علمِ معانی، علمِ بیان اور علمِ بلاغت کے ماہرین نے اس کی لسانی و ادبی خصوصیات کو اپنی نگارشات کا موضوع بنایا ہے۔ قرآنِ حکیم کے اسالیبِ بیان، اپنی اثر پذیری میں مثالی ہیں۔ التفات، تجانس، تشابہ، تضاد، مُغایرت، سجع، نظم اور استفہام اہم اسالیب شمار ہوتے ہیں۔ اسلوبِ استفہام، متعدد حِکم و فوائد کا حامل ہونے کے باوصف، ارسالِ دعوت کا مُنفرد اُسلوب ہے۔ سوالیہ انداز، مخاطب کی توجہات کو پوری طرح مبذول کرنے، اور حصولِ آمادگی کا اہم ذریعہ ہے۔ استفہام، کسی حقیقت کے اثبات و نفی، دونوں کے لیے استعمال کیا گیا ہے، اور غور و فکر پر آمادہ کیا گیا ہے۔ تاکید و اقرار، ترغیب و عبرت پذیری، تحقیر و توبیخ، اور تعجب و نوازش کے مقاصد کے تحت اس کا ستعمال ہوا ہے۔ بعض مقامات پر مسلسل استفہام کا اسلوب موجود ہے۔ کہیں شان و شوکت تو کہیں حسرت و استعجال و استہزاء کے لیے اس کو کام میں لایا گیا ہے۔

تعلیمی و دعوتی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو اسے "نفسیاتی طریقِ تدریس" کہا جاسکتا ہے، جسے قرآن نے کام میں لایا ہے۔ عصری تعلیمی اداروں میں اس استفہامی طریقِ تدریس (Question-Answer Method) کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ قرآنِ حکیم سے ماخوذ یہ تدریسی حکمتِ عملی، طلباء کی تخلیقی و تحقیقی صلاحیتوں کو جِلا بخشنے میں مدد و معاون ثابت ہوسکتی ہے۔

حوالہ جات

1 - Ar-Raniry: International Journal of Islamic Studies Vol. 3, No. 1, June 2016. P.205-220(www.journalarraniry.com) accessed on 5-May 2019.

2- فیروزاللغات، اردو لغت، مرتب۔الحاج مولوی فیروزالدین، فیروز سنز، لاہور، س ن، ص۹۱

3 (- Geoffrey Pullum, https://www.chronicle.com/blogs/linguafranca/2017/05/14/being-a-declarative/. Accessed 23-4-19)

4۔ صدیقی، ظہیر احمد: قرآن حکیم معجزہ عظیم، تخلیقات،، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص۱۵۸

5۔ رب نواز، پروفیسر: قرآن اور صاحب قرآن کا اسلوب تعلیم، ادارہ تعلیم و تحقیق، لاہور، ۲۰۰۱ء، ص۲۹

6۔ المعارج ۷۰: ۱

7۔ رب نواز، پروفیسر: قرآن اور صاحب قرآن کا اسلوب تعلیم، مصدر سابق، ص۲۹

8۔ الدھر ۷۶ : ۱

9۔ اصلاحی، امین احسن: تدبر قرآن، فاران پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۰۹ء، ۹/ ۱۰۵

10۔ الانعام ۶ : ۱۲

11- اصلاحی، امین احسن: تدبر قرآن، ۳/ ۲۷

12- نفس مصدر، ۵/ ۶۲۳

13۔ النمل ۲۷ : ۶۰

14۔ فاطر ۳۵ : ۳

15۔ فلاحی، عبید اللہ فہد: قرآن کریم میں نظم و مناسبت، دار التذکیر لاہور، ۱۹۹۹، ص۱۳۱

16۔ القیامہ ۷۵ : ۳

17۔ ملک ۶۷: ۱۴

18- صدیقی، ڈاکٹر ظہیر احمد صدیقی، قرآن حکیم معجزہ عظیم،، ص۱۵۸

19۔ النمل ۲۷ : ۶۰ تا ۶۴

20۔ فاطر ۳۵ : ۴۳

21۔ الحجرات ۴۹ : ۱۲

22۔ پانی پتی، ثناءاللہ: تفسیر مظہری، خزینہ علم وادب لاہور، س ن، ۱۱ / ۳۰

23۔ الانبیاء ۲۱ : ۶۷،۶۶

24- فلاحی، ڈاکٹر عبید اللہ فہد، قرآن مبین کے ادبی اسالیب، ص ۱۳۱

25۔ القیامہ ۷۵ : ۳۷تا۴۰

26۔ الدھر ۷۶ : ۱

27۔ سید قطب: تفسیر فی ظلال القرآن، مترجم، اسلامی اکادمی، لاہور، ۱۹۸۹ء، ۱۰ : ۴۰۰

28۔ القمر ۵۴ : ۱۵

29۔ پانی پتی، ثناءاللہ: تفسیر مظہری، خزینہ علم وادب، س ن، ۱۱: ۱۲۴

30۔ البقرہ ۲ : ۸۵

31۔ الفیل ۱۰۵ : ۳،۲

32۔ الصافات ۳۷ : ۹۶،۹۵

33۔ الانبیاء ۲۱ : ۶۲

34۔ النبا ۷۸ : ۶

35۔ ثناءاللہ پانی پتی: تفسیر مظہری، ۱۱ : ۱۷۹

36۔ الانفطار ۸۲ : ۶

37۔ القیامہ ۷۵ : ۳ القلم ۶۸: ۳۶

38۔ القیامہ ۷۵ : ۳۶

39۔ القلم ۶۸: ۳۶

40۔ المرسلات ۷۷: ۱۲، ۱۳

41۔ المرسلات ۷۷: ۱۴

42۔ المائدہ ۵ : ۹۱

43۔ ھود ۱۱ : ۱۴

44- فلاحی، ڈاکٹر عبید اللہ فہد، قرآن مبین کے ادبی اسالیب، ص ۱۳۷

45۔ الملک ۶۷: ۲۸

46۔ ثناءاللہ پانی پتی: "تفسیر مظہری"، ۱۲، :۲۱

47۔ المائدہ۵ : ۹۰ ۹۱

48۔ اصلاحی، امین احسن: ''تدبر قرآن''، ۲ : ۵۹۱

49۔ عبید اللہ فہد فلاحی: ''قرآن مبین کے ادبی اسالیب''، ص۱۳۷

50۔ الواقعہ۵۶ : ۹

51- اصلاحی امین احسن مولانا، تدبر قرآن، ۸/ ۱۶۰

52۔ ھود۱۱ : ۸۷

53۔ الصافات۳۷ : ۹۲،۹۱

54۔ الصافات۳۷: ۱۲۵

55- اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن، ۹/ ۵۱۲؛ فلاحی، عبید اللہ فہد، ڈاکٹر، قرآن مبین کے ادبی اسالیب، ص۱۴۱

56۔ یونس۱۰ : ۶۸

57۔ القارعہ۱۰۱: ۱تا۳

58۔ طہ۲۰ : ۱۷

59- اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن۵/ ۳۴

60۔ القلم۶۸ :۳۵تا۴۱

61۔ المؤمنون۲۳: ۶۸

62۔ القارعہ۱۰۱: ۱تا۳

63۔ مولانا امین احسن اصلاحی: ''تدبر قرآن، ۹ : ۵۱۲

64۔ المعارج۷۰: ۱

65- اصلاحی، امین احسن۔ مولانا، ۸/ ۵۶۴

66۔ الواقعہ۵۶ : ۸

67- اصلاحی، امین احسن، مولانا، تدبر قرآن، ۸/ ۱۶۰